حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، دامت برکاتہم
نائب رئیس ———— جامعہ دار العلوم کراچی

یادیں

(قسط نمبر: ۵۱)

سوڈان کے قوانین پر نظر ثانی کے لئے دو سفر

۱۹۸۳ء میں سوڈان کے صدر جنرل نمیری صاحب نے اپنے آخری دور میں سوڈان میں اسلامی قوانین نافذ کئے تھے، بہت سی حدود شرعیہ نافذ کی تھیں، اور ربا کو ختم کر دیا گیا تھا۔ لیکن ان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔ جب صادق المہدی صاحب کی قیادت میں نئی حکومت آئی، تو اس نے یہ کہکر ان قوانین کو منسوخ کرنے کا ارادہ کیا کہ ان قوانین میں بہت سے شرعی نقائص ہیں۔ اس سلسلے میں وہاں کی سیاسی اور دینی جماعتوں میں بڑی کشمکش چل رہی تھی۔ آخر کچھ لوگوں نے حکومت کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ان قوانین کو منسوخ کرنے کے بجائے علماء اور قانونی ماہرین کے مشورے سے ان نقائص کو دور کیا جائے۔ اس غرض سے وہاں کی حکومت نے کچھ غیر جانب دار علماء اور قانون داں حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جس میں اردن سے شیخ مصطفیٰ الزرقاء کو، مصر سے جناب سالم العواء کو، اور پاکستان سے مجھے، ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب اور پروفیسر خورشید احمد صاحب کو مدعو کیا گیا۔ چنانچہ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ مطابق نومبر ۱۹۸۶ء میں پاکستان سے ہم تینوں نے رخت سفر باندھا۔ پہلے مکہ مکرمہ حاضر ہو کر عمرے کی سعادت حاصل کی، پھر اگلے دن سہ پہر میں جدہ سے سوڈان کے دار الحکومت خرطوم کے لئے روانگی ہوئی۔ شام کو عصر کے وقت ہمارا جہاز خرطوم کے ہوائی اڈے پر اترا۔ حکومتی نمائندے وہاں کے اٹارنی جنرل صاجب کی قیادت میں استقبال کے لئے موجود تھے۔ انہوں نے ہمیں وی آئی پی لاؤنج میں لے جا کر بٹھا دیا جہاں ہمیں عصر کی نماز ادا کرنے کی جلدی تھی۔ وضو کے لئے وی آئی پی لاؤنج کے غسل خانے میں پہنچے، تو اس کی حالت دگرگوں نظر آئی۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی پرانی ریلوے کے مسافر خانے میں آ گئے ہوں۔ مشکل سے وضو کر کے لاؤنج میں آ بیٹھے جہاں سوڈان کے مخصوص شربت "کرکدے" سے ہماری تواضع

Scanned with CamScanner

کی گئی، جسے پینے کا پہلا خوشگوار تجربہ تھا۔ ہم اس انتظار میں تھے کہ سامان آئے تو قیام گاہ کے لئے روانہ ہوں، لیکن بیٹھے بیٹھے مغرب ہوگئی۔ مغرب کی نماز پڑھکر لاؤنج کے اہل کاروں سے پوچھا کہ سامان کب آئے گا؟ وہ بڑی شفقت سے ہمیں اطمینان دلاتے رہے کہ اٹارنی جنرل صاحب بذات خود سامان لینے گئے ہوئے ہیں، اس لئے آپ کا سامان سب سے پہلے آئے گا۔ انہی تسلیوں کے درمیان عشاء کا وقت ہوگیا، اور کوئی سامان لیکر نہ آیا۔ عشاء کے بعد بھی جب کافی دیر گذر گئی تو ہم نے کہا کہ براہ کرم ہمیں اسی جگہ لے چلیں جہاں سامان آتا ہے، تاکہ ہم خود اپنے سامان کو پہچان کر لا سکیں۔ اس پر متعلقہ افراد نے شروع میں تردد کا اظہار فرمایا کہ یہ وی آئی پی کے آداب کے خلاف تھا، لیکن جب رات گذرتی چلی گئی، اور انتظار ناقابل برداشت ہوگیا، تو ہم اصرار کرکے چلنے کے لئے کھڑے ہی ہوگئے جس پر وہ مجبوراً ہمیں سامان کی جگہ لے گئے۔ وہاں جاکر جو منظر دیکھا، وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا تھا، بیان کرنے سے نہیں۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو کئی پروازوں کے سامان سے تقریباً چھت تک بھرا ہوا تھا، اور مسافر یا تو ان چھوٹی چھوٹی جگہوں میں ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے جو سامان سے بچ گئی تھیں، یا پھر سامان کے ڈھیروں پر کھڑے نظر آرہے تھے۔ بمشکل ہم نے اندر داخل ہوکر اٹارنی جنرل صاحب کو تلاش کرنے کی کوشش کی، تو کچھ دیر بعد وہ سامان کے ایک ڈھیر کے اوپر کھڑے اپنے نیچے دبے ہوئے ایک سوٹ کیس کا نمبر تلاش کرنے میں مشغول تھے۔ اس حالت میں اپنا سامان خود تلاش کرنا بھی آسان نہ تھا، لیکن کافی جدوجہد کے بعد میرا اور پروفیسر خورشید صاحب کا سامان تو مل گیا، لیکن ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب کا سامان پھر بھی نہ مل سکا۔ اس کی رپورٹ درج کرائی گئی، اور نتیجہ یہ ہے کہ تقریباً چھ گھنٹے بعد ہم ایئر پورٹ سے ہوٹل کے لئے رات گیارہ بجے روانہ ہونے کے قابل ہوئے۔ بیچارے ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب (۱) کئی دن تک سوتے جاگتے ہر وقت ایک ہی کوٹ پتلون میں گذارا کرتے رہے۔ اپنے بے شمار سفروں میں اس قسم کا تجربہ چونکہ بہت کم ہوا، اس لئے وہ سارا منظر یاد رہ گیا۔ چھتیس سال پہلے تو وہاں کے ہوائی اڈے کا یہی عالم تھا۔ امید ہے کہ اب وہ صورت نہیں رہی ہوگی۔

بہر حال! ایک ہفتہ خرطوم میں قیام رہا۔ اور اس ہفتے کے دوران کمیٹی کے اجلاس ہوتے رہے جن میں

---

(۱) اب ڈاکٹر صاحب بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوچکے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

Scanned with CamScanner

نمیری صاحب کے نافذ کیے ہوئے قوانین کا جائزہ لیا جاتا رہا۔ خاص طور پر شیخ مصطفیٰ الزرقاء رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ علمی نشستیں بھی رہیں۔ کمیٹی کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ یہ قوانین بحیثیت مجموعی شریعت کے دائرے میں ہیں، ان میں کچھ جزوی تبدیلیوں کی تو واقعی ضرورت ہے، لیکن ان کی وجہ سے ان کو بالکلیہ منسوخ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ چنانچہ طے کیا گیا کہ ان میں جن ترمیمات کی ضرورت ہے، انہیں دفعہ وار لکھ کر ایک رپورٹ حکومت کو پیش کردی جائے۔ کمیٹی نے حدود وقصاص سے متعلق قوانین میں ترمیمات مرتب کرنے کا کام میرے سپرد کیا، لیکن چونکہ اس کے لئے کافی وقت درکار تھا، اس لئے طے ہوا کہ میں وطن واپس آکر اطمینان سے یہ ترمیمات مرتب کروں، اس کے بعد ایک مرتبہ پھر سوڈان میں کمیٹی کا اجلاس ہو جس میں وہ ترمیمات پیش کی جائیں، پھر مفصل رپورٹ حکومت کو پیش کی جائے۔ اس کے بعد ہم وہاں سے روانہ ہوکر واپس رات گئے جدہ پہنچے۔ اس مرتبہ میں نے مکہ مکرمہ کے پاکستان ہاؤس میں چند دن قیام کے لئے بکنگ کرائی ہوئی تھی، چنانچہ جدہ سے ایک ٹیکسی کے ذریعے رات ایک بجے کے بعد مکہ مکرمہ پہنچا، پاکستان ہاؤس شارع اجیاد پر واقع تھا۔ میں ٹیکسی اس کے سامنے رکواکر احرام کی حالت میں نیچے اترا، تو باہر نہایت برفانی ہوا چل رہی تھی۔ پاکستان ہاؤس کا دروازہ بند تھا، دوتین مرتبہ گھنٹی بجائی، لیکن شاید اہل کار سوچکے تھے۔ میں نے اس سے پہلے یا بعد مکہ مکرمہ اتنی شدید سردی کبھی نہیں دیکھی۔ ہوا اس قدر برفانی تھی کہ احرام کی حالت میں چند منٹ دروازہ کھلنے کے انتظار میں باہر کھڑا رہنا قابل برداشت نہ رہا، اس لئے میں نے ٹیکسی میں واپس آکر ڈرائیور سے کہا کہ وہ مجھے پیچھے فندق عبدالعزیز خوقیر لے چلے جو اس وقت شارع اجیاد کے کنارے (اس جگہ جہاں آج فندق الصفوۃ ہے،) حرم سے بالکل قریب واقع تھا۔ الحمد للہ وہاں کمرہ مل گیا، اور پھر میں نے احرام کی چادر پر ہوٹل کا کمبل ڈال کر رات میں عمرہ کیا، اور بفضلہ تعالیٰ چند دن حرم شریف کے سائے میں گذارنے کی توفیق ہوئی۔ اور جہاں تک یاد ہے، اسی قیام کے دوران میں نے وہ مناجات کہی تھی:

سرگشتہ و درماندہ، بے ہمت و ناکارہ

وارفتہ و سرگرداں، بے مایہ و بیچارہ

شیطاں کا ستم خوردہ، اس نفس کا دکھیارا

آج اپنی خطاؤں کا لادے ہوئے پشتارہ

دربار میں حاضر ہے اک بندۂ آوارہ

پھر کراچی پہنچ کر میں نے اپنی دوسری مصروفیات کے ساتھ حدود وقصاص سے متعلق سوڈان کے قوانین پر مکمل تبصرہ لکھا، اور دفعہ وار ان میں ترمیمات تجویز کیں۔ (ترمیمات پر مشتمل یہ تبصرہ میرے عربی مقالات کے مجموعے "مقالات العثمانی" میں شائع ہوچکا ہے (۱))۔

جب یہ کام مکمل ہوگیا، تو متعلقہ کمیٹی کا دوسرا اجلاس ۲ فروری ۱۹۸۷ء کو خرطوم میں طے تھا۔ اس میں شرکت کے لئے ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب اور پروفیسر خورشید احمد صاحب کے ساتھ میں ۳۱ رجنوری ۱۹۸۷ء کو شام ساڑھے چار بجے جدہ کے لئے روانہ ہوا، اور رات کو دس بجے مکہ مکرمہ پہنچ کر بفضلہٖ تعالیٰ عمرہ ادا کیا، ایک بجے فارغ ہوکر رات پاکستان ہاؤس میں گذاری اگلے دن سہ پہر جدہ ایئر پورٹ پہنچے، تو وہاں یہ افسوسناک اطلاع ملی کہ میرے بہنوئی اور سابق ناظم دارالعلوم حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس اطلاع سے دل بے چین ہوا، لیکن کام کی اہمیت کے پیش نظر نہ سفر کو ملتوی کرنا ممکن تھا، نہ ایسے وقت واپسی کی کوئی صورت ہوسکتی تھی جس سے جنازے میں شرکت ہوسکے۔ اس لئے مغموم دل کے ساتھ تین بجے خرطوم کے لئے روانہ ہوکر وہاں شام چھ بجے پہنچے۔ الحمد للہ اس مرتبہ وہاں ائر پورٹ پر وہ آزمائش پیش نہیں آئی جو پہلی مرتبہ پیش آئی تھی۔

اگلے دن صبح خرطوم کے قاعۃ الصداقۃ میں "مؤتمر منہاج الدعوۃ وإقامۃ النظام الإسلامی" کے نام سے ایک کانفرنس تھی۔ اس کی دوسری نشست میں میری تقریر بھی ہوئی۔ اور اس کے بعد ہماری کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں مجوزہ ترمیمات کا جائزہ لیا گیا۔ پھر دوسرے دن بھی یہ کام جاری رہا اور رات کے وقت ترمیمات کو آخری شکل دیکر حتمی رپورٹ تیار کی گئی۔ اسی رات سوڈان کے مشہور سیاسی رہنما جناب حسن الترابی نے (جو اس وقت اپوزیشن میں تھے) ہمیں کھانے پر مدعو کیا ہوا تھا۔ رات گئے تک ان کے ساتھ نشست رہی۔ پھر ۴ر فروری ۱۹۸۷ء کو سوڈان کے اس وقت کے وزیر اعظم صادق المہدی کے ساتھ ہماری ملاقات طے تھی۔ اس ملاقات میں ہم نے انہیں اپنی رپورٹ پیش کی، اور اس کے بعد ایک پریس کانفرنس میں اس کا اعلان کیا۔ اس کوشش کے نتیجے میں الحمد للہ وہاں کا ایک تنازعہ اختتام کو پہنچا، اور اسلامی قوانین کو منسوخ کرنے کا ارادہ ختم کردیا گیا۔

---

(۱) دار القلم دمشق سے یہ مجموعہ بحوث ومقالات کے نام سے شائع ہوا ہے۔

اس طرح ہم اس کام سے فارغ ہوکر جمعہ ۶ر فروری مطابق ۷ر جمادی الثانیہ ۱۴۰۷ھ کو صبح سات بجے خرطوم سے واپس روانہ ہوئے۔ دس بجے صبح جدہ پہنچ کر نماز جمعہ بفضلہٖ تعالیٰ حرم مکہ مکرمہ میں ادا کی، عصر کے بعد عمرہ کیا، اور اسی شام ساڑھے آٹھ بجے جدہ سے روانہ ہوکر رات ڈھائی بجے کراچی واپس پہنچے۔

مجمع الفقہ الاسلامی کی رکنیت

جب میں سپریم کورٹ میں کام کر رہا تھا، تو کراچی ہائی کورٹ کی ایک تقریب میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب بطور مہمان خصوصی مدعو تھے۔ تقریب کے اختتام پر انہوں نے مجھ سے کہا کہ "آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس" (او آئی سی) جو مسلمان ملکوں کی تنظیم ہے(۱)، اُس نے ایک ادارہ "اسلامک فقہ اکیڈمی" کے نام سے قائم کرنے کا ارادہ کیا ہے جس میں عصر حاضر کے نئے فقہی مسائل پر اجتماعی طور سے غور وفکر کیا جائے۔ ہم نے اُس کے پہلے اجلاس میں جسٹس آفتاب حسین صاحب کو پاکستان کے نمائندے کے طور پر بھیجا تھا، لیکن اکیڈمی کے حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اس کی رکنیت کے لئے کسی ایسے شخص کو نامزد کیا جائے جو اسلامی علوم میں اختصاص اور عربی زبان پر قدرت رکھتا ہو، اِس لئے میں پاکستان کی طرف سے اس کی رکنیت کے لئے آپ کا نام تجویز کرنا چاہتا ہوں، امید ہے کہ آپ کو منظور ہوگا۔ میں اُس وقت تک اکیڈمی کے پورے پس منظر سے باخبر نہیں تھا، لیکن میں نے دو وجہ سے جنرل صاحبؒ کی اس پیشکش کو قبول کرلیا۔ ایک وجہ تو اس موضوع سے اپنی دلچسپی تھی، اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اکیڈمی کا مرکز جدہ میں تھا، اور اس رکنیت کی وجہ سے بظاہر حرمین شریفین کی حاضری کے مواقع خوب میسر آنے کی توقع تھی۔ جنرل صاحبؒ نے فرمایا کہ میں وزارت خارجہ کو ہدایت کردونگا کہ وہ اس سلسلے میں آپ سے رابطہ کرلے۔ چنانچہ چند ہی دنوں کے بعد وزارت خارجہ کے افسران نے مجھ سے رابطہ کرکے اکیڈمی سے متعلق کاغذات میرے پاس بھجوادیئے۔

ان کاغذات کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مسلمان ملکوں کی ایک سربراہ کانفرنس میں شاہ فیصل مرحوم نے یہ

---

(۱) یہ تنظیم جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے دور میں قائم ہوئی تھی اور اس کے قیام میں ان کے علاوہ شاہ فیصل مرحوم کا بھی بڑا دخل تھا، اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان ملک اپنے اجتماعی مسائل کو مل جل کر حل کریں۔ شروع میں اس کا عربی نام "منظمۃ المؤتمر الاسلامی" تھا اور انگریزی نام "آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس" بعد میں نام "منظمۃ التعاون الاسلامی" اور "آرگنائزیشن آف اسلامک کوآپریشن" کردیا گیا دونوں کا مخفف "او آئی سی" ہی رہا۔ اس تنظیم کے تحت متعدد مفید ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ جن میں مختلف سائنسی اقتصادی اور علمی ادارے شامل ہیں۔

تجویز پیش کی تھی کہ او آئی سی کے تحت ایک ایسا فقہی ادارہ قائم کیا جائے جو مسلمان ملکوں کے سربرآوردہ علماء پر مشتمل ہو، اور اس میں وہ مسائل زیر بحث لائے جائیں جو عصر حاضر میں نئے پیدا ہوئے ہیں، اور ان میں اجتماعی غور وفکر کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس ادارے کا ایک تاسیسی اجلاس ہو چکا تھا، اور اس میں یہ طے ہوا تھا کہ اس ادارے کا نام "مجمع الفقہ الاسلامی" (اسلامک فقہ اکیڈمی) ہوگا، اور ہر مسلمان ملک اپنے علماء میں سے ایک عالم کو نامزد کریگا جو اکیڈمی کا مستقل رکن ہوگا۔ لیکن چونکہ ملکوں میں نامزدگی کے لئے سیاسی عوامل بھی کارفرما ہو جایا کرتے ہیں، اس لئے اکیڈمی کے دستور میں یہ بات بھی طے کردی گئی تھی کہ حکومتوں کا کام صرف نام پیش کرنا ہوگا، جب کوئی ملک کسی رکن کا نام پیش کرے، تو اکیڈمی اس کی اہلیت کا جائزہ لیکر اسے منظور یا نامنظور کریگی، اور جب کوئی شخص اس طرح رکن بن جائے، تو اسے معزول کرنے کا اختیار بھی اکیڈمی ہی کو ہوگا، متعلقہ حکومت کو نہیں۔ رکن کی اہلیت کا معیار بھی اکیڈمی کے دستور میں طے کردیا گیا تھا کہ وہ اسلامی علوم میں اختصاص رکھتا ہو، اور عربی تحریر وتقریر پر اسے پوری قدرت ہو۔ حکومتوں کے نامزد کردہ افراد کے علاوہ اکیڈمی کی عمومی مجلس کو یہ اختیار بھی دیا گیا تھا کہ وہ عالم اسلام کے معروف علماء میں سے ایسے حضرات کو خود نامزد کرے جو فقہی بصیرت کے حامل ہوں۔ چنانچہ اس کے ارکان میں ایسے متعدد حضرات کو بھی شامل کیا گیا جن میں شیخ صدیق الضریر، شیخ وہبہ زحیلی، شیخ یوسف قرضاوی، شیخ عبداللہ بن منیع وغیرہ شامل تھے۔ اس کے علاوہ مجمع کے نظام میں یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ اس کے اجلاسات میں ارکان کے علاوہ عالم اسلام کے چیدہ علماء کرام کو بھی بحیثیت "خبیر" (ایکسپرٹ) مدعو کیا جائے گا جنہیں بحث میں حصہ لینے کا بھی حق ہوگا، اور وہ مجمع کی لجنۃ الصیاغۃ (ڈرافٹنگ کمیٹی) میں بھی شامل ہو کر اپنی آراء پیش کرسکیں گے، لیکن اگر کسی مسئلے میں رائے شماری کی نوبت آئے، تو رائے شماری میں صرف ارکان شریک ہوں گے، چنانچہ آخری اجلاس میں جب قراردادیں منظور کرنے کا وقت آئے گا، تو اُس اجلاس میں وہ شریک نہیں ہوسکیں گے، بلکہ اس میں صرف ارکان شریک ہوں گے۔

مجمع کے تاسیسی اجلاس میں تونس کے مفتیٔ اعظم شیخ حبیب بلخوجہ (رحمۃ اللہ علیہ) کو امین عام (سیکریٹری جنرل) مقرر کردیا گیا تھا، اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے انتہائی قابلیت کے ساتھ مجمع کے امور کو منظم کیا، اور ان کی نظامت علیا کا دور مجمع کا سنہرا دور تھا۔

پھر مجمع کا پہلا باقاعدہ اجلاس ۲۰/نومبر ۱۹۸۴ء کو مکہ مکرمہ میں ہوا، جس میں میں نے پاکستان کی طرف سے مستقل رکن کی حیثیت سے شرکت کی۔ اس اجلاس کا کچھ حال میں نے البلاغ میں لکھا تھا جو اب میری کتاب "جہان دیدہ" کے پہلے سفرنامے کا حصہ ہے۔ اس اجلاس میں سعودی عرب کے شیخ بکر ابوزید رحمۃ اللہ علیہ کو مجمع کا رئیس منتخب کیا گیا۔ دستور کے لحاظ سے مجمع کی مجلس عمومی کے علاوہ ایک مجلس ہیئۃ المکتب (بیورو) کے نام سے بھی وجود میں آئی تھی جس کی حیثیت مجلس عاملہ جیسی ہوتی ہے۔ اس کا بھی انتخاب ہوا، اور مجھے اس کا بھی رکن منتخب کیا گیا۔ میرا نام موریطانیہ کے شیخ یونس عبدالودود رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا تھا جو بڑے متبحر اور متبع سنت مالکی عالم تھے۔ اس اجلاس میں ان موضوعات کا تعین کیا گیا جن پر مجمع کو کام کرنے کی ضرورت تھی۔ اور طے یہ ہوا کہ ان موضوعات پر علماء سے مقالے لکھوا کر انہیں مجمع کے اجلاس میں پیش کیا جائے گا، اور پھر ان کے بارے میں قرارداد مرتب کی جائے گی۔ یہ اجلاس بڑی حد تک تنظیمی اور تعارفی نوعیت کا تھا، اور اس میں کوئی علمی موضوع زیر بحث نہیں آیا۔

مجمع کا دوسرا اجلاس اور اس میں مرزائیت پر قرارداد

اس کے بعد دوسرا اجلاس ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۵ء میں ہوا، اور اُس میں متعدد علمی اور فقہی موضوعات زیر بحث آئے۔ اسی زمانے میں کیپ ٹاؤن کی عدالت میں مرزائیوں کا مقدمہ زیر بحث تھا۔ اس لئے میں نے مجمع الفقہ الاسلامی کے سیکریٹری جنرل کو ایک خط لکھا جس میں ان سے گذارش کی کہ اس موضوع کو مجمع کے پہلے علمی اجلاس کے ایجنڈے میں شامل کیا جائے۔ نیز اس موضوع پر ایک مقالہ بھی لکھ کر روانہ کیا۔ میرا یہ خط اور مقالہ مجمع الفقہ الاسلامی کے مجلّہ (الدورۃ الثانیۃ المجلد الاول) میں شائع ہوا ہے، اور میرے عربی مقالات کے مجموعے کی پہلی جلد میں بھی شامل ہے۔ یہاں اپنا خط اور اس کا ترجمہ درج کیا جارہا ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

إلى فضيلة العلّامة المحقّق حبيب بلخوجه، حفظه الله تعالى ورعاه

الأمين العامّ لمجمع الفقه الإسلاميّ

السّلام عليكم ورحمة الله وبركاته

فإنّ الطّائفةَ القاديانيّةَ، كما تعرفون، من الفِرَقِ الزّائغةِ المنحرفةِ الّتى لا تألو المسلمين خبالاً.

وقد صدرت من مُعظَم البلاد الإسلاميّة فتاوَى العُلماءِ فى تكفيرهم، وفى الأخير أدخلت حكومةُ باكستان تعديلاً فى دُستورِها، قرّرت فيه أنّ هذه الطّائفةَ من الأقلّيّاتِ غيرِ المسلمة، وذلك فى سنة ١٩٧٤م، ثمّ أتبعته فى العام الماضى بقانونٍ يَمنَعُهُم من استعمال المصطَلَحاتِ الإسلاميّةِ، ك "المسجد" و "الأذان" و "الخلفاء الرّاشدين" و "الصحابة" و "أمّهات المؤمنين"، وما إلى ذلك، كما قرّرت رابطةُ العالَمِ الإسلاميِّ فى قرارها الصّادر سنة ١٩٧٣م أنّها فرقةٌ كافرةٌ منحرفةٌ.

وبعد هذا كلّه، فإنّ هذه الطّائفةَ قد رفعت إلى المحكمة العالية بكيب تاؤن من جنوب إفريقيّا، قضيّةً ضدّ المسلمين، أنّ المسلمين يَحكُمون عليهم بالكُفر، ويَمنعونهم من الصّلاة فى مساجدهم وعن دَفْنِ موتاهم فى مقابرهم، وطَلَبُوا من المحكمة أن يُصدِر حُكماً ينهَى المسلمين عن كلّ ذلك ويقرّر أنّهم مسلمون.

وكان المحكمةُ قد أُصْدَرَتْ فى مبدأ الأمر حُكماً على المسلمين بأن لا يَمنَعُوا القاديانيّين من دخولِ مساجدِهم إلى أن تبلُغ القضيّةُ نهايَتَها، فرفع المسلمون طَلَباً إلى المحكمة بإلغاء هذا الحكم، وأن لا يُمنع المسلمون من وضعهم السّابق إلى أن تَبُتَّ المحكمةُ بالحكم فى القضيّة، فسافرنا من باكستان- ونحن عِشرةُ رجالٍ- إلى جنوب إفريقيّا، لنُساعدَ إخواننا المسلمين هناك، والحمد لله الّذى رَزَقَنا النّجاحَ فى هذه المرحلة الابتدائيّة، وقد ألغت المحكمةُ حكمَها السّابِقَ بعد سَماعِ دلائلِ الفريقين، وكانت القاضيةُ إذ ذاك إمرأةً نصرانيّةً سمعت دلائلَنا بكلّ عنايةٍ وإصغاءٍ،

ثمّ رفع المسلمون طلباً آخرَ، أنّ الحكم بكُفر القاديانيّين وإسلامهم، إنّما هو أمرٌ دينيٌّ بَحتٌ، لا ينبغى لمحكمةٍ عَلمانيّةٍ أن يتدخّلَ فيها، بعد ما أجمع سائرُ المسلمين فى بِقاعِ الأرض أنّ أتباعَ مرزا غلام أحمد كلَّهم خارجون عن ملّة الإسلام .ولم يبق هذا الأمرُ بعد ذلك موضوعَ نقاشٍ أو جدالٍ.

وإنّ هذا الطّلب رُفع إلى قاضٍ يهوديٍّ، وإنّكم تعرفون أنّ القاديانيّين لهم مركزٌ فى إسرائيل، ولهم مع اليهود صلاتٌ قويّةٌ، وزاد الضِّغثُ على الإبّالةِ أنّ هذا القاضِيَ اليهوديَّ يُعَدُّ من فِرَقِهم المبتدِعة الّتى أخرجها الأرتودكسيّون عن دائرتهم، فبطبعه كان ميّالاً إلى مواساة القاديانيّين، فحَكَم فى جواب هذا الطّلب خلافَ المسلمين، وقال فى حُكمه: إنّ المحكمة العَلمانيّةَ هِيَ المصدرُ الوحيدُ

Scanned with CamScanner

الّذی یستطیع أن یَحکُم فی هذه المسألةِ الدّینیّةِ حُکماً لا یتأثّرُ بعَواطِفِ العَصَبیّةِ المذهبیّةِ، فیجبُ علیها أن تتدخّل فی هذا الأمر ویَبُتَّ فیه برأيٍ غیر مُنحازٍ.

فاضطُرّ المسلمون بعد هذا الحکم أن یَعرِضُوا أمامَ المحکمة دلائلَ تکفیرِ القادیانیّین من الکتاب، والسّنّة، وإجماع الأمّة.

وقد طلب القادیانیّون من المسلمین إثبات أنّ علماءَ المسلین فی جمیع البلاد الإسلامیّة یعتبرونَ القادیانیّةَ کُفراً، وذکروا للمحکمة أنّه لیس هناك فی العالم الإسلاميّ مجلِسٌ یُمثّل علماءَ جمیعِ الدُّوَلِ الإسلامیّةِ، حتّی یُقالَ: إنّ المسلمین أجمعوا علی ذلك.

وفی هذا الصّدد یحتاج المسلمون فی هذه القضیّة إلی فتوی من مجلس دُوَلِيٍّ للعلماء یُمثّل جمیعَ البلادِ الإسلامیّة، ولا شكّ أنّ مجمع الفقه الإسلاميّ هو أعظمُ ما وُجِد حتّی الآن من المجالس فی هذا الشّأن، فیرید المسلمون فی جنوب إفریقیّا أن یُصدِر المجمعُ فتوی یُصرِّح بتکفیر أتباعِ مرزا غلام أحمد القادیانيّ، لیکون سنداً لهم عند دعواهم الإجماعَ علی ذلك.

وإنّ هذه القضیّةَ ستَشْرَع المحکمةُ فی سَماعِها للخامس من شهر نوفمبر هذا العام، ونرجو انعقادَ مجلسِ المجمع قَبْلَه، فمن المناسِب جدّاً أن یُصدِر المجمعُ فتوی من قِبَل مجلسه العامّ فی جلسته القادمة.

وإنّی، نظراً إلی أهمّیّة الموضوع، قد سوّدتُ هذه الفتوی، لتکون وَرَقَةَ عَمَلٍ لشُعبةِ الإفتاء أوّلاً، وللمجلس ثانیاً .

فالمرجوّ أن ترسلوا هذه الفتوی إلی جمیع الإخوة الأعضاء، کوَرَقَةِ عَمَلٍ للجلسة القادمة، وأرجو أنّ الإخوةَ الأعضاءَ نظراً إلی أهمّیّة الموضوع، یُسامِحون عن عَدَمِ دخول هذا الموضوع فی اللّائحة الّتی أعَدّتُها شعبةُ التّخطیط.

وأرجو أیضاً أن تخبرونی عن وصولِ هذه الرّسالة، وإدخالِ الموضوع فی لائحة الجلسة القادمة.

والسّلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

محمد تقی العثمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

" بگرامیٔ خدمت العلامۃ المحقق حبیب بلخوجہ حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ(۱)،
سکریٹری جنرل، مجمع الفقہ الاسلامی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آنجناب بخوبی واقف ہیں کہ قادیانی گروہ اُن گمراہ فرقوں میں سے ہے جو مسلمانوں کی بدخواہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ ان کی تکفیر پر بیشتر اسلامی ملکوں سے علماء کے فتاویٰ جاری ہوئے۔ اور آخر کار حکومت پاکستان نے اپنی آئین میں ایک ترمیم منظور کی، جس میں اس فرقہ کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے، یہ ۱۹۷۴ء کا واقعہ ہے۔ پھر گزشتہ سال حکومت نے ان پر "مسجد" "اذان"، " خلفائے راشدین"، "صحابہ" اور "امہات المؤمنین" جیسی اسلامی اصطلاحات کو استعمال کرنے پر ایک قانون جاری کرکے پابندی عائد کی، اسی طرح رابطہ عالم اسلامی نے بھی ۱۹۷۳ء میں جاری کردہ اپنی قرارداد میں اسے ایک گمراہ، کافر فرقہ قرار دیا ہے۔

اس تمامتر صورت حال کے بعد، اب اس فرقے نے جنوبی افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن کی عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) میں مسلمانوں کے خلاف یہ مقدمہ دائر کیا کہ مسلمان انہیں کافر قرار دیتے ہیں، اور انہیں اپنی مساجد میں نماز ادا کرنے اور اپنے مردوں کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کرنے سے روکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مطالبہ کیا کہ عدالت مسلمانوں کو اس مکمل رویہ سے باز رہنے اور انہیں مسلمان قرار دینے کا فیصلہ صادر کرے۔

عدالت نے ابتداء میں مسلمانوں کو یہ حکم جاری کیا تھا کہ وہ قادیانیوں کو اس وقت تک اپنی مساجد میں داخل ہونے سے نہ روکیں جب تک مقدمہ اپنے انجام تک نہ پہنچے، جس پر مسلمانوں نے عدالت سے استدعا کی کہ اس فیصلے کو منسوخ کیا جائے، اور عدالت کے حتمی فیصلے تک مسلمانوں کو اپنے سابق رویے سے نہ روکا جائے۔ چنانچہ، ہم - دس آدمیوں (پر مشتمل وفد) - نے پاکستان سے جنوبی افریقہ کا سفر کیا، تاکہ اپنے مسلمان بھائیوں کی کچھ مدد کرسکیں، اور الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس ابتدائی مرحلے میں کامیابی عطا فرمائی۔ چنانچہ عدالت نے فریقین کے دلائل سننے کے بعد اپنے سابقہ فیصلے کو کالعدم قرار دے دیا۔ اُس وقت

---

(۱)۔۔ترجمہ از مولانا شاکر جکھورا صاحب۔

Scanned with CamScanner

جج ایک عیسائی خاتون تھیں جنہوں نے ہمارے دلائل پوری توجہ کے ساتھ سنے۔

اس کے بعد مسلمانوں نے ایک اور درخواست دائر کی کہ قادیانیوں کے کفر واسلام کا فیصلہ ایک خالصتاً مذہبی معاملہ ہے اور کسی سیکولر عدالت کو اس میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے، پھر جب پوری دنیا کے مسلمانوں کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ مرزا غلام احمد کے تمام پیروکار دائرہ اسلام سے خارج ہیں، تو اس کے بعد یہ معاملہ بحث یا نزاع کا موضوع رہا ہی نہیں۔

تاہم یہ درخواست ایک یہودی جج کے سامنے دائر ہوئی۔ اور آنجناب جانتے ہیں کہ قادیانیوں کا اسرائیل میں ایک مرکز ہے اور ان کے یہودیوں کے ساتھ مضبوط تعلقات ہیں۔ اس پر مزید مشکل یہ ہے کہ اس جج کا شمار یہودیوں کے ان فرقوں میں ہوتا ہے جنہیں آرتھوڈکس یہودیوں نے اپنے دائرہ سے خارج کر دیا ہے، لہٰذا وہ طبعی طور پر قادیانیوں کے ساتھ ہمدردی کی طرف بہت مائل تھا۔ چنانچہ اس درخواست کا فیصلہ مسلمانوں کے خلاف دیا، اور اپنے فیصلے میں کہا کہ سیکولر عدالت ہی وہ ذریعہ ہے جو اس مذہبی مسئلہ میں ایسا فیصلہ کر سکتی ہے جو فرقہ وارانہ اور مذہبی جذبات سے متاثر نہ ہو؛ اس لئے اس معاملے میں عدالت کو دخل دے کر ایک غیر جانبدار رائے پر فیصلہ دینا لازم ہے۔

اس فیصلے کے بعد مسلمان اس بات پر مجبور ہوئے کہ وہ عدالت کے سامنے قادیانیوں کی تکفیر کے دلائل قرآن وسنت اور اجماع امت سے پیش کریں۔

قادیانیوں نے مسلمانوں سے مطالبہ کیا کہ وہ یہ ثابت کریں کہ تمام اسلامی ممالک کے علماء قادیانیوں کو کافر قرار دیتے ہیں، اور انہوں نے عدالت کے سامنے کہا کہ عالم اسلام میں ایسی کوئی کونسل نہیں ہے جو تمام اسلامی ممالک کے علماء کی نمائندگی کرتی ہو، جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ قادیانیوں کو کافر قرار دینے پر مسلمانوں کا اجماع منعقد ہوا ہے۔

اس سلسلے میں مسلمانوں کو اس معاملے میں علماء کی ایک بین الاقوامی کونسل سے فتویٰ کی ضرورت ہے جو تمام اسلامی ممالک کی نمائندگی کرتی ہو، اس میں کوئی شک نہیں کہ مجمع الفقہ الاسلامی اب تک قائم ہونے والی اس جیسی کونسلوں میں سب سے بڑی ہے۔ اس لئے جنوبی افریقہ کے مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ مجمع ایک ایسا فتویٰ صادر کرے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کی تکفیر صراحتاً کرے، تاکہ یہ فتویٰ ان کے لئے

Scanned with CamScanner

اس موقف پر اجماع کے دعوی میں سند بن سکے۔

عدالت امسال ۵ رنومبر کو اس مسئلے کی سماعت شروع کرے گی، اور ہمیں امید ہے کہ مجمع کا اجلاس اس سے قبل منعقد ہو جائے گا، لہٰذا کونسل کے لئے یہ بہت مناسب ہوگا کہ اگلے اجلاس میں اپنی مجلس عمومی کی طرف سے فتویٰ جاری کردے۔

اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر میں نے (منسلک) فتوی کا مسودہ تیار کیا ہے تاکہ پہلے شعبہ افتاء کے واسطے "ورقۃ العمل" (ورکنگ پیپر) کا کام دے سکے اور پھر مجلس کے واسطے۔

درخواست ہے کہ از راہ کرم یہ فتویٰ تمام ممبران بھائیوں کو اگلے اجلاس کے لئے ورکنگ پیپر کے طور پر ارسال فرمائیں۔ نیز موضوع کی اہمیت کے پیش نظر تمام ممبر بھائیوں سے امید ہے کہ اس بات سے درگزر کریں گے کہ شعبہ تخطیط کے تیار کردہ پروگرام میں یہ موضوع (پہلے سے) شامل نہ ہوسکا۔

مجھے یہ بھی امید ہے کہ آپ مجھے اس پیغام کی وصولی کے بارے میں مطلع فرمائیں گے، اور اس موضوع کو اگلے اجلاس کے نظم میں شامل فرمائیں گے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محمد تقی عثمانی"

چنانچہ میری تجویز کے مطابق مجمع کے مذکورہ اجلاس میں یہ موضوع اور میرا مقالہ زیر بحث آیا۔ بات اتنی واضح اور کھلی ہوئی تھی کہ اس میں کسی دوسری رائے کا احتمال ہی نہ تھا۔ اس لئے مرزائیوں کے غیر مسلم ہونے کے بارے میں مجمع کی قرارداد باجماع منظور ہوئی، اور کسی نے بھی اس پر کوئی شبہ تک ظاہر نہیں کیا۔ قرارداد میں پاکستان کی قومی اسمبلی کی کارروائی اور اس کے مطابق آئینی ترمیم کی بھی مکمل تائید کی گئی۔ چونکہ مجمع الفقہ الاسلامی پورے عالم اسلام کے ممتاز نمائندوں پر مشتمل تھی، اس لئے اس کی یہ قرارداد مرزائیت کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگرچہ مرزائیوں کے خارج از اسلام ہونے پر پہلے بھی متعدد اداروں کی طرف سے یہ فتویٰ آچکا تھا، لیکن یہ پہلی قرارداد تھی جو پورے عالم اسلام کی نمائندگی کرنے والے اتنے بڑے اجتماع میں منظور ہوئی۔ اس کا متن یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين وعلى آله وصحبه.

قرار رقم ٤

بشأن القاديانية

أما بعد:

فإن مجلس مجمع الفقه الإسلامى المنبثق عن منظمة المؤتمر الإسلامى فى دورة انعقاد مؤتمره الثانى بجدة من ١٠ – ١٦ ربيع الثانى ١٤٠٦ھ / ٢٢ – ٢٨ ديسمبر ١٩٨٥م.

بعد أن نظر فى الاستفتاء المعروض عليه من "مجلس الفقه الإسلامى فى كيبتاون بجنوب أفريقيا " بشأن الحكم فى كل من (القاديانية) والفئة المتفرعة عنها التى تدعى (اللاهورية) من حيث اعتبارهما فى عداد المسلمين أو عدمه، وبشأن صلاحية غير المسلم للنظر فى مثل هذه القضية.

وفى ضوء ما قدم لأعضاء المجمع من أبحاث ومستندات فى هذا الموضوع عن (ميرزا غلام أحمد القاديانى) الذى ظهر فى الهند فى القرن الماضى وإليه تنسب نحلة القاديانية واللاهورية.

وبعد التأمل فيما ذكر من معلومات عن هاتين النحلتين وبعد التأكد من أن (ميرزا غلام أحمد القاديانى) قد ادعى النبوة بأنه نبى مرسل يوحى إليه وثبت عنه هذا فى مؤلفاته التى ادعى أن بعضها وحى أنزل عليه وظل طيلة حياته ينشر هذه الدعوى ويطلب إلى الناس فى كتبه وأقواله الاعتقاد بنبوته ورسالته، كما ثبت عنه إنكار كثير مما علم من الدين بالضرورة كالجهاد.

وبعد أن اطلع المجمع (أيضًا) على ما صدر عن (المجمع الفقهى بمكة المكرمة) فى الموضوع نفسه.

قرر ما يلى:

١ – إن ما ادعاه (ميرزا غلام أحمد) من النبوة والرسالة ونزول الوحى عليه إنكار صريح لما ثبت من الدين بالضرورة ثبوتًا قطعيًا يقينيًا من ختم الرسالة والنبوة بسيدنا محمد صلى الله عليه وسلم، وأنه لا ينزل وحى على أحد بعده، وهذه الدعوى من (ميرزا غلام أحمد) تجعله وسائر من يوافقونه عليها مرتدين خارجين عن الإسلام، وأما (اللاهورية) فإنهم كالقاديانية فى الحكم عليهم بالردة، بالرغم من وصفهم (ميرزا غلام أحمد) بأنه ظل وبروز لنبينا محمد صلى الله عليه وسلم.

Scanned with CamScanner

۲- ليس لمحكمة غير إسلامية، أو قاض غير مسلم، أن يصدر الحكم بالإسلام أو الردة، ولا سيما فيما يخالف ما أجمعت عليه الأمة الإسلامية من خلال مجامعا علمائها، وذلك لأن الحكم بالإسلام أو الردة، لا يقبل إذا صدر عن مسلم عالم بكل ما يتحقق به الدخول في الإسلام، أو الخروج منه بالردة، ومدرك لحقيقة الإسلام أو الكفر، ومحيط بما ثبت في الكتاب والسنة والإجماع: فحكم مثل هذه المحكمة باطل۔ والله أعلم۔

ترجمہ:(۱)

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين وعلى أله و صحبه أجمعين

قرارداد نمبر۴ (۲/۴)(۲)

قادیانی فرقہ کا حکم

"اسلامی فقہ اکیڈمی کی جنرل کونسل کا دوسرا اجلاس جدہ میں مورخہ ۱۰ تا ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۲ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۸۵ء کو منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں جنرل کونسل نے کیپ ٹاون، جنوبی افریقہ کی مسلم جوڈیشل کونسل کے ایک استفتاء پر غور کیا، جس میں فرقہ قادیانیہ اور اسی فرقہ کی ایک اور فرع فرقہ لاہوریہ کے بارے میں سوال کیا گیا تھا کہ ان کو مسلمانوں میں شمار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز یہ کہ ایک غیر مسلم شرعاً اس جیسے مسئلے میں کوئی فیصلہ صادر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی ہندوستان میں گذشتہ صدی میں پیدا ہوا تھا، اور قادیانی اور لاہوری فرقے اسی کی طرف منسوب ہیں، اکیڈمی کے ارکان کے سامنے اس فرقے سے متعلق جو تحقیقات اور دستاویزات پیش کی گئیں، ان میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی طرف منسوب ان دونوں فرقوں کے بارے میں کافی معلومات موجود تھیں، اکیڈمی نے ان تمام معلومات پر غور کیا، جس کے نتیجے میں اس کے سامنے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا نبی ہے، جس پر وحی آتی ہے۔ اس کا یہ دعویٰ اس کی تصانیف سے بھی ثابت ہے۔ ان تصانیف میں سے بعض کے بارے میں اس نے یہ

---

(۱)۔۔۔ترجمہ از مولانا بلال احمد قاضی صاحب

(۲) مجلۃ المجمع (العدد الثانی جلد ۱، ص:۲۰۹)

بھی دعویٰ کیا ہے کہ وہ اس کی وحی کا ایک حصہ ہیں، یہ بات بھی ثابت ہے کہ وہ عمر بھر اس دعوے کی نشر و اشاعت کرتا رہا ہے، اور لوگوں سے تقریر اور تحریر کے ذریعے یہ مطالبہ کرتا رہا ہے کہ وہ اس کی نبوت اور رسالت پر اعتقاد رکھیں، نیز یہ بھی ثابت ہے کہ اس نے بہت سی ضروریاتِ دین مثلاً جہاد وغیرہ کا انکار کیا ہے۔

مکہ مکرمہ میں قائم شدہ "المجمع الفقهی" اس سلسلے میں پہلے ہی ایک قرارداد منظور کر چکی ہے، اکیڈمی کی جنرل کونسل نے اس قرارداد پر بھی غور کیا، اور اس تمام غور و خوض اور بحث و تمحیص کے نتیجے میں مندرجہ ذیل قرارداد باتفاقِ رائے منظور کی گئی:

قرارداد:

اولاً۔۔۔ مرزا غلام احمد نے اپنی نبوت اور رسالت اور اپنے اوپر وحی کے نزول کا جو دعویٰ کیا، وہ دین کے اس بداہۃً اور قطعی و یقینی طور پر ثابت شدہ اس عقیدے کا صریح انکار ہے کہ نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت اور رسالت کا اختتام ہو چکا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی پر وحی نازل نہیں ہوگی۔ مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ خود اس کو اور اس کے تمام موافقین کو مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتا ہے، جہاں تک لاہوری جماعت کا تعلق ہے، تو وہ اگرچہ مرزا غلام احمد کو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل اور بروز قرار دیتی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ مرتد ہونے میں قادیانی جماعت ہی کی طرح ہے۔

ثانیاً۔۔۔ کسی غیر مسلم عدالت یا کسی غیر مسلم جج کو یہ حق نہیں کہ وہ (کسی کے) اسلام یا ارتداد کا فیصلہ کرے۔ بالخصوص ایسے مسائل میں جن میں امتِ اسلامیہ کا اپنے علماء اور اپنے اداروں کے ذریعے اجماع منعقد ہو گیا ہو، اس لئے کہ (کسی کے) مسلمان یا مرتد ہونے کا فیصلہ اسی وقت قابلِ قبول ہو سکتا ہے جب وہ کسی ایسے مسلمان عالم سے صادر ہوا ہو جو ان تمام امور کو جانتا ہو جن کے ذریعہ اسلام میں داخل ہونا یا مرتد ہو کر اسلام سے نکلنا ثابت ہوتا ہو۔ اور وہ مسلمان عالم اسلام اور کفر کی حقیقت سمجھتا ہو، اور قرآن، سنت اور اجماع سے ثابت شدہ تمام احکام کا احاطہ رکھتا ہو۔ لہٰذا اس طرح کی (غیر مسلم) عدالت کا فیصلہ باطل ہے"۔

عرب ممالک میں ہونے والی کانفرنسوں میں یہ بات واضح طور پر نظر آتی تھی کہ ان میں غیر عرب حضرات کو اول تو گفتگو کا موقع ہی کم دیا جاتا تھا، اور اگر دیا بھی گیا، تو اس کی بات کو اہمیت کے ساتھ کم سُنا جاتا تھا۔ اس قسم کی صورت حال ابتدائی ایک دو اجلاسوں میں میرے ساتھ بھی پیش آئی، لیکن پھر میں نے شیخ بلخوجہ رحمۃ اللہ

Scanned with CamScanner

علیہ سے اس کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ " کیا غیر عرب حضرات مجمع کے رکن نہیں ہیں؟ یا کیا ان کو گفتگو میں شریک ہونے کا اس لئے حق نہیں ہے کہ وہ عربوں کی طرح پوری روانی سے بات نہیں کرپاتے؟ اللہ تعالیٰ شیخ بلخوجہ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں، انہوں نے میری اس بات کا بہت اثر لیا، اور پھر ہر معاملے میں مجھ سے رجوع کرنے اور میری رائے معلوم کرنے کی ایک رِیت ڈال دی، اس طرح جب ایک سے زائد مرتبہ مجھے مختلف مسائل پر بات کرنے کا موقع ملا، اور اُسے توجہ سے سُنا گیا، تو رفتہ رفتہ میرے ساتھ عرب اور غیر عرب کا فرق مٹ گیا۔ مجمع کے رئیس شیخ بکر ابوزید ؒ بھی مجھ سے بہت مانوس ہوگئے، اور ان سے بے تکلف دوستانہ تعلقات بھی قائم ہوگئے۔

جاری ہے......